ڈاکٹر سمیرا اعجاز اور "کلیاتِ نثرِ منیر نیازی"____ ایک جائزہ

ڈاکٹر شبیر احمد قادری

Dr. Shabbir Ahmad Qadri

Associate Professor, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

In this article the writer has described the importance the prose of Muneer Niazi. The book is compiled by Dr. Sumaira Ejaz. The book named "Kullyat-i-Nasr-i-Muneer Niazi permanent poet of Urdu and Punjabi languages. The data was dispersed in various books, literary and film managers and newspapers. During and after completed his doctorate. Thesis, the arranged maximum writings of Muneer Niazi in this book. Muneer is one of those who wrote on various aspact of life in these columns, monologue even he wrote a short story and incompleted novel.

ڈاکٹر سمیرا اعجاز نے ان گوہر ہائے آب دار کی تلاش کس درجہ محنت اور لگن سے کی ہوگی۔ اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ کہیں بکھرے ہوئے مراد کی جمع آوری اور یک جائی کا عمل جو قربانی مانگتا ہے اس کے نشانات جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔ اہم بات کہ انھوں نے اس وقیع مواد کو اس وقت سمیٹنے کا ارادہ کر لیا جب وہ منیر نیازی کی شاعری پر اپنی پی ایچ۔ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھنے میں مصروف تھیں:

> "ان کی شاعری کی متعدد غیر مدوّن شعری اشاعتوں کی تلاش کی وہیں ان کے چند کالم بھی نظر سے گزرے۔ ان کالموں کی شگفتہ ادبی فضا اور مضبوط کاٹ دار جملوں نے ایک سحر طاری کر دیا اور یہ خواہش شدت اختیار کر گئی کہ منیر نیازی کی تمام تر نثری تحریروں کو اکٹھا کیا جائے۔ تلاش کے اس سفر کے چند اوراق، چند تاثراتی تحریریں، کتب پر بے لاگ تبصرے اور چند خطوط دستیاب ہوئے۔ یہ تحریریں گاہے گاہے اپنے عہد کے موقر ادبی جرائد کی زینت بنتی رہیں۔"(۱)

ڈاکٹر سمیرا اعجاز نے مقدمہ کے حقیقی تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے منیر نیازی کی بھرپور شخصیت اور ان کے نثری افکار و نظریات کی گرہ کشائی کا فریضہ بہ حسن و خوبی ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر سمیرا اعجاز نے منیر نیازی کے بعض کالموں سے خاکہ نویسی کے عمل کا سراغ لگایا ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ ان کالموں میں لطائف کا ایسا ذخیرہ موجود ہے جسے الگ مرتب کیا جائے تو منیر نیازی کے

مضحکات پر مبنی الگ کتاب سامنے آسکتی ہے۔ ان کی حاضر جوابی اختصار، بذلہ سنجی اور تشبیہات کے استعمال نے ان کے کالموں میں ایسی کہکشاں سجائی ہے جو اردو کالم نگاری میں ایک نیا اضافہ ہے۔ ادبی رنگ آمیزی کے ساتھ بعض مقامات پر طنز کی نشتر زنی بھی حالات کی سنگینی کو اجاگر کرتی ہے۔ (ص ۲۰۔۱۹) ان کی یہ رائے بھی اہم ہے کہ ان کی کالم نگاری کی بنیادی فکر و ساخت سے آگہی سے قبل، کالم نگاری کی مبادیات کا مطالعہ ضروری ہے۔

منیر نیازی کا شگفتہ، ظریفانہ اور بسا اوقات طنزیہ انداز ان کالموں کی قرأت کے امکانات ہیں۔ اضافے کا موجب، اداسی اگر ہے تو اس کا اظہار ان کی شاعری میں جا بجا ملتا ہے۔ شاعری میں جنگل، پریاں۔ مگر اپنے ان کالموں میں وہ شہری زندگی رواں دواں دکھائی دیتی ہے۔ بولتے ہنستے شہر اور شہری اور ان میں بسنے والے ادیب شاعر اور آرٹسٹ چلتے پھرتے ہیں۔ منیر اُن کی تصویر کشی اس انداز سے کرتے ہیں جس سے حالات و واقعات کو ان کے یہ اندازِ دگر دیکھنے اور محسوس کرنے کے میلانات پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کے ہاں ساہیوال اسی طرح سامنے آتا ہے جس طرح رشید احمد صدیقی کے ہاں علی گڑھ۔ ساہیوال کی علمی، ادبی، ثقافتی سرگرمیوں اور اربابِ فکر و نظر کے بارے میں ان کی آرا سے ایک خاص نوعیت کی لفظی تصویریں سامنے آتی ہیں۔ عہدِ منیر نیازی میں ساہیوال ادبی احوال سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ یہاں مجید امجد، ظفر اقبال، جعفری شیرازی، بشیر احمد بشیر، ناصر شہزاد، مراتب اختر، اکرم خاں قمر، گوہر ہوشیار پوری ایسے ادیبوں، شاعروں کے ذکر سے مملو ہے۔ ساہیوال کے بعد لاہور منیر نیازی کا مسکن رہا۔ ''لاہور لاہور میلے'' کے نام سے ہفت روزہ ''سات رنگ'' لاہور میں ان کے کالم بھی شاملِ کتاب ہیں۔ ''پاک لینڈ یارڈ'' سلسلے کے آٹھ کالم اس عہد کے لاہور کے عمدہ ادبی و ثقافتی سرگرمیوں کو سامنے لاتے ہیں، ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''زنانہ کے علاوہ ہمارے بیشتر شاعر اور ادیب کچھ دوسرے مردانہ اور درمیانہ ناموں سے لکھنے کا شغل کرتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر میرا جی ''بسنت سہائے'' کے نام سے لکھا کرتے تھے۔ قیوم نظر ''کالی داس'' کے نام سے ڈرامے لکھتے رہے جو ریڈیو سے نشر ہوتے تھے اور مختلف جرائد میں چھپتے تھے۔ ضیا جالندھری بسا اوقات ''رانا برندے موہن'' کے فرضی نام سے گورنمنٹ کالج کے میگزین ''راوی'' میں نظمیں لکھتے رہے، شورش کاشمیری اپنے ہفت روزہ اخبار ''اسرار بصری'' کے نام سے لکھتے رہے، مشہور غزل گو عاشق جالندھری دراصل جناب رسا جالندھری ہیں جو اچھے معروف غزل کے بزرگ ہیں۔ ظرافت نگار مرزا فرحت اللہ بیگ ''الم نشرح'' کے نام سے اور محفوظ علی بدایونی ''شمع بے نور'' (علی گڑھ میگزین) تجاہل عامیانہ (ہمدرد) کے ناموں سے لکھتے رہے ہیں۔ چراغ حسن حسرت ''سندباد جہازی'' ہیں، مشہور افسانہ نویس و ناول نویس پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔'' (۲)

منیر نیازی نے کالم ''آس پاس'' کے نام سے بھی لکھے۔ ان کالموں کو مختصر ذیلی عنوان دیے، چند جملے بہت دل چسپ اور سبق آموز ہیں:

> ''انارکلی سے ایوننگ ان پیرس ہیئر آئل کی شیشی خرید کر میں خوش خوش اپنے کمرے میں آیا، لیکن نہا کر جب میں نے اس میں تیل نکال کر اپنے سر لگایا تو میرے تمام بال جھڑ گئے۔ غور

سے دیکھا تو شیشی فرانسیسی تھی اور تیل پاکستانی تھا۔''(۳)

''ہتھیار اور اختیار کو اگر استعمال نہ کیا جائے تو انھیں زنگ لگ جاتا ہے۔''(۴)

''لمبے آدمی ایک چہار منزلہ عمارت کی طرح ہوتے ہیں جس کا سب سے اوپر والا کمرہ تقریباً خالی ہوتا ہے۔''(۵)

لاہور کی گپ شپ، لاہور کا ادبی گزٹ، ادبی سرگرمیاں، ادب نامہ خواب وخیال ''قسم دھوپ چڑھتے وقت کی''، ''اس بے وفا کا شہر ہے اور ہم ہیں دوستو''، ''لمبی چپ اور تیز ہوا کا شور''، ''میں اور میرا شہر'' اس نوع کے مختلف عناوین سے عصری احوال قلم بند کیے گئے ہیں، چند جملے ملاحظہ ہوں:

''ملک کی اہم شخصیات کی وفات پر جس قسم کی خبریں چھپتی ہیں اور جس طرح کے بیان جاری ہوتے ہیں، ان سب یوں احساس ہوتا ہے جیسے ایک ہی شخص بار بار فوت ہو رہا ہے۔''(۶)

''یہ کرو، یہ مت کرو، یہ لکھو، یہ نہ لکھو، اس سے ملو، اس سے مت ملو۔ معلوم ہوتا ہے، زندگی ہماری مگر بسر اُسے دوسرے لوگ کرتے ہیں۔''(۷)

''بلی اصل میں شیر تھی جو شہر کے خوف سے شرنگ ہو گیا۔''(۸)

''بدلوگوں کی اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ اگر یاجوج ماجوج انھیں ایک طرف سے کھانا شروع کر دیں تو انھیں بدہضمی ہو جائے پر بدلوگوں کے لشکر کا کچھ نہ بگڑے۔''(۹)

''پاکستان کے ہر شعبے میں کچھ ایسی مستقل مزاج جونکیں موجود ہیں جنھیں ایک جیب سے جدا کرو تو یہ دوسری جیب میں داخل ہو جاتی ہیں۔''(۱۰)

معجزہ

''یہ میرے پڑوس سے ذرا دور ایک سیاسی مردہ رہتا ہے جو ہر الیکشن میں پھر زندہ ہو جاتا ہے۔''(۱۱)

دور اندیشی

''۱۹۴۴ء میں شہر میں کاروں کی تعداد لاکھ سے بڑھ جائے گی، اس لیے بہتر ہے سڑک ابھی سے پار کر لی جائے۔''(۱۲)

منیر نیازی کے چین، امریکہ، کینیڈا کے اسفار کی روداد بھی شاملِ کتاب ہے۔ ڈاکٹر سمیرا اعجاز نے یہ انکشاف بھی کیا کہ منیر نیازی ایک ناول لکھ رہے تھے جس کی ابتدائی قسطیں ۱۹۹۴ء کے محراب لاہور میں ''ایک گمشدہ ناول اور اوراق'' شائع ہوا:

''ناول میں کردار کے اعمال و افعال اور حرکت کی بنا پر اس کی جو تقسیم کی جاتی ہے اس میں مرکزی، ذیلی، ثانوی، مضحک، مجہول، ادھورے، سپاٹ، پیچیدہ، غالب، مغلوب، مکار اور حساس کردار وغیرہ شامل ہیں۔ زیرِ بحث ادھورے ناول کے چند اوراق میں جو مرکزی کردار نظر آتا ہے وہ سعید کا ہے۔ دیگر کردار حمید، پرویز، رحمت، مادام فریدہ، واحد متکلم، نگہت، نسیم

اور ڈمی ہیں۔سعید شاعر ہے، شرمیلا ہے اور شرمیلے پن کی وجہ سے اظہار کے شکست سے محروم ہے بلکہ اپنے خیالات تک چھپالیتا ہے، البتہ خیالات کے تانے بانے بنتے ہوئے اپنی سوچوں میں گم بہت کچھ کہہ جاتا ہے۔'' (۱۳)

مجموعی تاثر کے طور پر ڈاکٹر سمیرا اعجاز رقم طراز ہیں:

''منیر نیازی کی نثری تخلیقات کے مطالعے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے وہ خالص ادیب تھے جن کی نہ صرف شاعری بولتی ہے بلکہ ان کی نثر میں موجود توانائی اور معنویت اپنے جاوداں ہونے کا اصرار بھی ہیں۔ان کی نثر اور شاعری دونوں کی بہ یک وقت تفہیم کے بغیر ان کی بنیادی فکر اور شخصیت کا کشف ادھورا ہے۔'' (۱۴)

منیر نیازی کا ایک افسانہ ''دریں سرائے کہن'' کے عنوان سے ''ادبِ لطیف'' لاہور کے جولائی ۱۹۵۰ء کے شمارے میں شائع ہوا۔اس بارے میں ڈاکٹر سمیرا اعجاز کی رائے ملاحظہ ہو:

''سات صفحات پر مشتمل اس افسانے میں افسانہ نگاری کے تمام رموز ومبادیات کا شعور اور تشکیلی عناصر سے آگہی نمایاں ہے۔اس کی قرأت کے بعد یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ کسی افسانہ نگار کا پہلا افسانہ ہے۔افسانے کا موضوع وجودی تنہائی ہے جو اُن کے وجود میں محسوسات سے اظہار تک تمام مراحل طے کر چکی تھی، ان کی ذاتی زندگی محرومیوں اور عدم تحفظ سے دوچار رہی۔والد کی وفات، والدہ کا دوسری شادی کر لینا، انڈین نیوی میں بھرتی کے بعد بار بار فرار ہونا جیسے واقعات نے انھیں تنہائی آشنا کرتے ہوئے ان کے فن میں اپنی ذات سے مکالمے اور مکاشفے کی کیفیت پیدا کر دی جس کو خود غرضی اور منافقت جیسے معاشرتی ناسوروں نے مزید ابھارا۔'' (۱۵)

کتاب میں منیر نیازی کے فلمی کالم اور اداریے، ان کا مذکورہ افسانہ ''دریں سرائے کہن''، ''ایک گمشدہ ناول کے اوراق'' ن۔م راشد، رام لعل، سرفراز اقبال اور ناصر کاظمی کے نام منیر نیازی کے خطوط، خورشید انور سے ایک ملاقات، بدیسی آدمی، کتب پر تبصرے شامل ہیں:

''منیر نیازی منفرد لب و لہجے کے شاعر ہیں۔زیرِ نظر کتاب ایک جانب معاصر عہد کی ایک نادر دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئی، دوسری طرف ان کی شاعری کے پس منظر اور پیشِ نظر کو سمجھنے میں مدد ومعاون ثابت ہوگی۔ڈاکٹر سمیرا اعجاز کے ذوقِ تحقیق نے ان نثری تخلیقات کی تلاش میں جو کشٹ کاٹے ہوں گے۔شبانہ روز ان کی ترتیب وتہذیب پر صرف کیے ہوں گے۔اس سے ایک فائدہ بہر حال یہ ہوا کہ اب منیر نیازی اپنے پورے قد کاٹھ کے ساتھ کھڑے ہیں۔اس کا اعزاز بہر حال ڈاکٹر سمیرا اعجاز کو جاتا ہے۔ڈاکٹر معین الدین عقیل کی رائے بہت اہمیت کی حامل ہے جو انھوں نے ذاتی تجربے کی روشنی میں دی ہے کہ آس پاس کا مشاہدہ بھی اس طرح کے منتشر و کلیاتِ مواد کو حاصل کرنے میں کیا کیا مسائل ومشکلات

درپیش رہتی ہیں کہ بہت کم ہمت جواں رہتی ہے اور مشکل ہی سے ایسے کام ہو پاتے ہیں لیکن عزیزہ سمیرا نے یہ سب کچھ کر دکھایا ہے اور بڑی تن دہی اور کامیابی سے وہ کام کیا ہے جو کسی طرح آسان قطعی نہ تھا۔ منیر نیازی پر اُن کا مبسوط و مستقل مقالہ بھی ایک منفرد کاوش کا ثبوت تھا۔ اب یہ زیرِ نظر مجموعہ بھی ان کا ایک مزید کارنامہ ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ منیر نیازی ایسے شاعر تھے کہ بہت جلد ہمارے حافظوں اور ہماری تاریخِ ادب سے محو نہ ہوں گے۔ اسی طرح عزیزہ سمیرا کا منیر پر کیا جانے والا کام اور یہ مجموعہ بھی بھلائے نہ جاسکیں گے اور منیر کے احوال و آثار اور منیر کی معاصر شاعری اور ادب پر مستقبل کے مطالعات میں مآخذ کا کام دیں گے۔'' (۱۶)

اس نوع کی کتابوں کی ترتیب و اشاعت بجائے خود ایک صحت مند میدان کا درجہ رکھتی ہے۔ منیر نیازی ''کُل کلام'' پر یقین رکھتے ہیں۔ تقسیمِ اصناف کے تصور سے ماورا ہو کر اس کتاب کا غائر مطالعہ بیسویں صدی کی علمی و ادبی، تہذیبی و ثقافتی اعتبار سے قاری کا دامن گل ہائے رنگ رنگ سے مزین کر دیتا ہے۔ یہ کتاب دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اس نوع کی تحریروں کی جمع آوری ماوشما کے بس کی بات نہیں:

یہ کام ہیں انھی کے جن کے

حوصلے ہیں زیاد

یہ کتاب اپنی پیش کش اور حُسنِ ترتیب کے اعتبار سے ڈاکٹر سمیرا اعجاز کے ذوقِ فراواں اور علمی لگن کی ترجمان ہے، اس کتاب کی اشاعت سے اس اَمر کو تقویت ملی ہے کہ جس موضوع کو تحقیق کے لیے منتخب کیا جائے۔ اس کے متعلقات کے حوالے سے بعد از تحقیق بھی اسی قدر سنجیدگی سے مطالعہ جاری رکھا جائے اور نئی تحقیقات سے ادب کا دامن مالا مال کرنے کو شعارِ زیست بنا لیا جائے تو محقق سے اس طرح کے عمدہ نتائج کی بجا طور پر توقع رکھی جا سکتی ہے۔

بہت سے اربابِ فکر و نظر کی تخلیقات کا ایک زاویہ اس درجہ نمایاں ہو جاتا ہے اور قبولِ عام کے درجے کو پہنچ جاتا ہے کہ دوسرے زاویے نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ میر تقی میر، مصحفی، مرزا غالب، علامہ محمد اقبال سامنے کی مثالیں ہیں جو بحیثیت شاعر شہرتِ دوام کے منصبِ اُولیٰ پر فائز ہیں مگر ان کی نثری تخلیقات کو خاطر خواہ پذیرائی نہیں مل پائی حالانکہ کسی شاعر یا نثر نویس کی جُملہ تخلیقات و نگارشات اور اس کے معاصر عہد کے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور علمی و ادبی احوال کے غائر مطالعے کے بغیر اس کی مکمل تفہیم کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی صورت بعد از اقبال عہد کے اہلِ قلم کی ہے جن کا یک رُخا مطالعہ ادھورے اور نامکمل تاثر کو جنم دے سکتا ہے۔ منیر نیازی بھی ان اہلِ قلم میں سے ایک ہیں جن کی شاعرانہ حیثیت اُن کے دیگر ادبی پہلوؤں پر اس طور غالب آ گئی کہ اُن کی نثری تحریریں وقت اور اخبارات و رسائل کے بوجھ تلے دب کر رہ گئیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اُن کی نثر کے بعض حصے اُن کے شعری محرکات اور اسالیب کو سمجھنے میں معاون و مددگار ہیں۔ شعرا و ادبا اپنی تخلیقات کے لیے خام موادِ تخیل کے ساتھ ساتھ اپنے گرد و پیش کے سماجی و سیاسی تناظرات اور افرادِ معاشرہ سے اپنے روابط اور میل ملاقاتوں سے بھی اخذ کرتے ہیں۔ منیر نیازی کا کلام بھی اُن کے روزمرہ کے معمولات اور مطالعات و مشاہدات کا آئینہ دار ہے۔ اس ضمن میں ان کی نثر کا بغور مطالعہ، اُن کی فکر اور فن کی تفہیم کے نئے در وا کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر سمیرا اعجاز کی یہ کتاب بیسویں صدی کے شعری و نثری منظرنامے کو سمجھنے میں اہم

حوالہ ثابت ہوگی۔ اس کتاب کی اشاعت اور پیش کش سے پہلے منیر نیازی کی شان دار نثری احوال و کمالات پیشِ نظر نہیں تھے سو منیر نیازی کا اول و آخر حوالہ ان کی دلآویز شاعری ہی قرار پائی۔

اس کتاب کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد اِس مقبولِ عام شاعر کے فکر و فن کی تفہیم کا ایک نیا اور معتبر حوالہ سامنے آیا ہے، نہ صرف منیر نیازی بلکہ اُن کے معاصر اہلِ قلم کے معمولات اور رویّوں کو سمجھنے کے لیے بھی اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ خاص طور پر اس تناظر میں کہ منیر نیازی نے اپنے معاصرین کے بارے میں کیسے اور کن خیالات کا اظہار کیا ہے، بتقاضائے بشریت اُن کی کن کمزوریوں اور کن توانا اور قابلِ رشک زاویوں کی نقاب کشائی کی ہے۔ منیر نیازی بہت مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل تھے، لطیفہ ساز شخص تھے۔ سو وہ نثر بھی شگفتہ لکھتے تھے۔ ''کلیاتِ منیر نیازی'' بیسویں صدی کے ادبی مزاج کی از سرِ نو تعینات کی دعوت دے رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سمیرا اعجاز، ڈاکٹر، مقدمہ: کلیاتِ نثر منیر نیازی، سرگودھا: شعبۂ اُردو، سرگودھا یونیورسٹی، ۲۰۱۷ء، ص: ۱۵

۲۔ منیر نیازی، مشمولہ: کلیاتِ نثر منیر نیازی، ص: ۱۰۷

۳۔ ایضاً، ص: ۱۱۰

۴۔ ایضاً، ص: ۱۱۱

۵۔ ایضاً، ص: ۱۲۷

۶۔ ایضاً، ص: ۳۰۱

۷۔ ایضاً، ص: ۳۰۱

۸۔ ایضاً، ص: ۳۰۱

۹۔ ایضاً، ص: ۳۱۶

۱۰۔ ایضاً، ص: ۳۳۹

۱۱۔ ایضاً، ص: ۳۸۰

۱۲۔ ایضاً، ص: ۳۸۰

۱۳۔ سمیرا اعجاز، ڈاکٹر، کلیاتِ نثر منیر نیازی، ص: ۴۸

۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۴

۱۵۔ ایضاً، ص: ۳۶

۱۶۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، پس ورق، کلیاتِ نثر منیر نیازی

☆......☆......☆